خطبہ صدارت

مجلس استقبالیہ کل ہند اردو کانفرنس

منعقدہ، ۱۳ر جولائی سنہ ۱۹۳۶ء بمقام بریلی

از

چودھری تعریف سنگھ صاحب بی سی ایس

صدر

مجلس استقبالیہ

خطبہ صدارت مجلس استقبالیہ

معزز حاضرین جلسہ!

بریلی میں 'دارالادب' اُردو کی ترقی کے لئے
کئی سال سے قائم ہو اُس کے اراکین میں بریلی کے اکثر
علم دوست ہندو مسلم حضرات شامل ہیں، اِسی ادبی مجلس کی
کوششوں کا نتیجہ ہو کہ آج بریلی میں کُل ہند اردو کانفرنس کا
انعقاد ہو رہا ہو، اِس ہال میں نہ صرف بریلی کے اصحاب اُردو
کی خدمت کے ذوق و شوق میں جمع ہوئے ہیں بلکہ ہندوستان
کے اطراف وجوانب سے جان نثارانِ اُردو، دور دراز سفر
کی تکلیف گوارا کرکے تشریف لائے ہیں۔ میرا فرض ہو کہ میں

اِن سب صاحبان کا شکریہ ادا کروں اور اُن کے اِس جذبۂ حُبّ وطن کی داد دوں جو اُن کے دلوں میں اپنی پیاری زبان کی حفاظت اور اُس کو ترقّی دینے کا موجزن ہے۔

قبل اِس کے کہ میں اُردو کے متعلق کچھ اظہار خیال کروں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری مجلس اِستقبالیہ نے اپنے معزز مہمانوں کے آرام و آسائش کا انتظام اپنی بساط کے موافق انجام دینے میں کوئی کوشش اُٹھا نہیں رکھی ہے لیکن پھر بھی ہمیں اعتراف ہے کہ ہماری مجلس اُس تھوڑے وقت میں جو اُس کو انتظامات کے لیئے ملا۔ معزز مہمانوں کی شان کے مطابق مہمان داری کا انتظام نہ کر سکی جس کے ہم معذرت خواہ ہیں۔ روہیل کھنڈ بالخصوص اُس کا صدر مقام بریلی ہمیشہ علم و ادب کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں مشرقی علوم کے مدرسے آج بھی جاری ہیں، کہا جاتا ہے کہ آج سے تقریباً پونے دو سو برس پہلے حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے عہد میں بریلی میں بہت سی درسگاہیں قائم تھیں جن میں علماء تعلیم دیا کرتے تھے ہزاروں

طالبعلم روہیل کھنڈ کے یہاں پڑھتے تھے۔ تعلیم مفت تھی۔ کتابیں بھی حکومت کی طرف سے دی جاتی تھیں۔ قیام وطعام کا مفت انتظام تھا اور اس کے علاوہ سو روپیہ سالانہ وظیفہ ہر طالبعلم کو دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد جب انگریزی حکومت کا دور دورہ ہوا تو ۱۸۵۷ء کے ہنگامے سے بہت پہلے مغربی علوم کی درس وتدریس کے لیئے بریلی کالج کی بنیاد پڑی۔ جس طرح آج بریلی کالج میں تقریباً روہیل کھنڈ کے ہر ضلع کے طالب علم آپ کو نظر آئیں گے اسی طرح غدر سے پہلے ۱۸۵۵ء اور ۱۸۵۶ء میں بریلی کالج میں مغربی علوم کی تحصیل کے لیئے طلبا آتے تھے۔ اردو کی ترقی اور اس کے ادبی زبان کا درجہ جب انگریزی حکومت میں حاصل ہوا اور یونیورسٹیوں نے اس کو دوسری زبانوں کے دوش بدوش اپنے نصاب میں داخل کیا اور آگرہ یونیورسٹی نے بی۔ اے اور ایم۔ اے کے امتحان اردو زبان میں قائم کیئے تو بریلی کالج کے طلبا بھی اردو کو بی۔ اے کے امتحان میں اختیاری مضمون کے طور پر لینے میں پیچھے

نہ رہے گریجویٹ ہونے کے بعد جو طلبا اُردو میں کمال کا درجہ حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہاں اُردو کے ایم' اے کی چیئر موجود نہ ہونے کے سبب اُن کی آرزوؤں کی دل ہی میں رہ جاتی ہو کیا عجب ہو کہ کُل ہند اُردو کانفرنس کا یہ انعقاد یہی خواہان بریلی کالج کے دل میں ایسا جذبہ پیدا کر دے کہ وہ اس بریلی کالج جیسی نامور اور قدیم درسگاہ کے چہرہ سے اِس دھبّہ کو کہ یہاں اردو میں ایم' اے کی تعلیم کا انتظام نہیں ہے مٹانے میں کامیاب ہو جائیں۔

اُردو زبان کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے آج کل زبان کے مسئلہ کو سیاسی مسئلہ بنا لیا گیا ہے اور ہندی ہندوستانی اور اردو کی بحث چھڑی ہوئی ہے۔ اُردو ہو یا ہندوستانی یا ہندی جو کچھ چاہے اُس کا نام رکھئے لیکن یہہ ماننا پڑے گا کہ ہندوستان ایک براعظم کا حکم رکھتا ہے اور اُس کے مختلف صوبے ہیں جہاں الگ الگ زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن ایک زبان ایسی ضرور ہی جس کے بولنے اور سمجھنے والے ہر صوبہ میں موجود ہیں' اِس کو

اُردو کہئے یا ہندوستانی مجھکو اس لفظی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں میں اِس قدر ضرور کہوں گا کہ عہد مغلیہ میں برج بھاشا اور عربی فارسی کے لفظوں کے میل جول سے ایک نئی زبان بنی تو اُس زمانہ کے علمار اور فضلا اُس کو ہندی کے نام سے پکارتے تھے چنانچہ قرآن شریف کے سب سے پہلے مترجم نے اپنے اردو ترجمے کی زبان کو ہندی زبان سے موسوم کیا تھا۔ میں اردو زبان کی تاریخ کی تفصیل اس مختصر خطبہ میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ ۔ بھاشا اور فارسی، عربی، ترکی زبانوں کا یہ مرکب کس طرح تیار ہوا اور اُس کے بنانے سنوارنے میں ہندو مسلم دونوں کس حد تک مشغول رہے۔ شمالی ہند اور دکن میں اُس کی پرورش کے کیا اسباب ہوئے ابتدا میں اُس کی نثر لکھنے والوں کا کیا ڈھنگ تھا اُس کی شاعری کس طرز پر تھی رفتہ رفتہ زبان کا رنگ کس طرح نکھرا شعرا و نثر کے انشا پردازوں نے اُس کی کیا کیا خدمات انجام دیں۔ شعر و شاعری اور نثر کے ادبی مضامین سے ترقی کر کے مغربی علوم و

فنون کی کتابوں کے ترجموں اور تالیفات کے ذریعہ وہ
کس طرح علمی زبان بن گئی۔ یہ مباحث بہت تفصیل طلب ہیں
اور مجھے اُمید ہے کہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور پروفیسر مولانا
رشید احمد جیسے فاضل بزرگ اپنے خطبات میں اِن تفصیلات کو
بیان کرکر ہماری معلومات میں اضافہ فرمائیں گے میں صرف اس قدر
کہوں گا کہ انجمن ترقی اردو، مکتبۂ جامعہ ملیہ دہلی، دارالمصنفین اعظم گڈھ نے
شمالی ہند میں اور دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ نے دکن میں جو اُردو کے ترجمے
اور نئی کتابیں ادب کے سوا مختلف علوم و فنون کی گزشتہ پچیس ۲۵
برس میں شائع کی ہیں اُنھوں نے اُردو کو علمی زبان کا درجہ دیدیا ہے
کسی زبان کی ترقی کا اندازہ کرنے کے لیئے علمی کتابوں کے
علاوہ اُس کی نظم کے حصّہ پر بھی غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے
مشاعروں کا رواج اُردو شاعری کو جلا دینے کے لیئے ابتدائی
زمانہ سے جاری ہے۔ قدیم شعراء کے کلام پر یہہ اعتراض کیا
جاتا ہے کہ حسن و عشق کے جھگڑوں اور گل و بلبل کی داستانوں
کے سوا اور اُس میں کچھ نہیں ہے۔ مجھے اُردو شعراء کا کلام پڑھنے

سے ہمیشہ دلچسپی رہی ہے اور طبیعت کی اسی اُفتاد نے مجھے اُردو
زبان کا دلدادہ بنا دیا ہے میں جانتا ہوں کہ آجکل کی تعلیمیافتہ جماعت
میں ایسا طبقہ بھی ہے جو قدیم شعراء کے اردو کلام کو حقارت کی نظر سے
دیکھتا ہے میں اُن سے سر راس مسعود مرحوم کے لفظوں میں یہ کہنا
چاہتا ہوں کہ اگر اردو شاعری کے کسی بہترین حصّہ کا کسی دوسری قوم
کی اچھی سے اچھی نظم سے مقابلہ کیا جائے تو اول الذکر کا درجہ گرا ہوا نہ ہوگا
اُردو کے نظم و نثر کو ترقی دینے میں کسی خاص قوم کو خصوصیت حاصل نہیں ہے
جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اُردو مسلمانوں کی ہے اور وہی اُس کو ترقی دینے کے
ذمہ وار ہیں وہ غلطی پر ہیں اردو ہندو اور مسلمان دونوں کا مشترک سرمایہ ہے
اُسکی تعمیر کرنے میں دونوں نے حصّہ لیا ہے۔ نسیمؔ، سرشارؔ، چکبستؔ، برقؔ دہلوی
سرورؔ جہان آبادی نے جو اردو ادب کی خدمات کی ہیں اُن سے کون واقف
نہیں ہے ان ہندو شعراء کے علاوہ خاص بریلی کے نوجوان منشی شیام موہن لعل جگرؔ
بریلوی اور پنڈت نند لعل طالبؔ کشمیری۔ پنڈت برج موہن ناتھ دتاتریہ دہلوی
پنڈت جگموہن ناتھ رینہ شوقؔ جیسے علم دوست ہندو اصحاب کے نام اردو
شعراء کی فہرست میں ہمیشہ چمکتے رہیں گے۔
اُردو کی ترقی کو سیاسی و مذہبی کشمکش میں ڈالنا علم دوستی اور جذبہ حب وطنی کے

خلاف ہے۔ چونکہ سیاسی مباحث اِس کانفرنس کے دائرہ سے باہر ہیں اس لیے میں
سیاسی نقطۂ نظر سے اِس مسئلہ میں کچھ نہ کہوں گا البتہ ادبی مفاد کو مدِ نظر رکھکر یہ ضرور
کہوں گا کہ جو لوگ اُردو کی موجودہ زبان کی روانی شگفتگی اور سلاست کو چھوڑ کر موٹے
موٹے بعید الفہم دوسری زبانوں کے لغت خواہ وہ عربی کے ہوں یا سنسکرت کے
ٹھونس کر اُسکی ہر دلعزیزی کو مٹانا چاہتے ہیں وہ ملک کی کوئی ادبی خدمت نہیں
کرتے اور زبان کے رائج الوقت سکوں میں مصنوعی سکوں کو ملا کر ایک گناہ عظیم کے
مرتکب ہوتے ہیں وہ لفظ جو زبان زدِ خاص و عام ہیں خواہ وہ عربی کے ہوں یا سنسکرت کے
انگریزی کے ہوں یا فرانس و پرتگال کے جو ہماری زبان میں گھل مل گئے ہیں اُن کو یہ کہکر
نہیں چھوڑا جا سکتا کہ وہ بدیشی ہیں ایسی زبان پیدا کرنے کی کوشش کہ جو ہماری عوام نہ
سمجھ سکیں جگ ہنسائی کا باعث ہوگی۔

معزز حضرات مجھے اُمید ہے کہ آپ میری اس معروضہ کو سننے کے بعد کانفرنس
کی کارروائیوں کو کامیاب بنانے میں حصہ لیں گے اور جب آپ اپنے وطن کو واپس جائیں گے
تو اُردو کی عملی خدمت کرنے کے لیے اپنے قیمتی وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور صرف کریں گے۔

آخر میں ایک بار میں آپ کی تکلیف فرمائی کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

تعریف سنگھ

۱۳؍جولائی سنہ ۱۹۴۰ء

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں۔ محمد احید الدین پرنٹر - سکریٹری دار الادب بریلی پبلشر